شریف التواریخ

پروفیسر محمد اسلم صدر شعبۂ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

(۲)

نوشاہی صاحب ص۲۹۰ پر لکھتے ہیں کہ جنگ نہروان میں چار ہزار خوارج قتل ہوئے اور حضرت علیؓ کے فقط سات سپاہی مقابلہ میں کام آئے۔ یہ روایت بھی تاریخی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ ص۲۹۱ پر موصوف نے انا مدینۃ العلم والی حدیث نقل کی ہے، جس کے وضعی ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔ اسی صفحہ پر موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ ہی کے ذریعہ تمام علوم نبوی کی نشر و اشاعت ہوئی۔ ان کا یہ بیان خوش عقیدگی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ہمارے خیال میں ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، ابوہریرہؓ، مالک ابن انسؓ اور ابو سعید خدریؓ کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے علوم و معارف کی نشر و اشاعت ہوئی اس کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے صحابی کے حصہ میں نہیں آیا۔ حنفی مکتب فکر کی بنیاد زیادہ تر ابن مسعودؓ کی روایات پر اور مالکی مکتب فکر کی بنیاد ابن عمرؓ کی بیان کردہ روایات پر رکھی گئی ہے۔ محدثین کا یہ قول ہے کہ حضرت علیؓ کی وہی روایات درست مانی جائیں گی جنہیں حضرت عائشہؓ یا ابن مسعودؓ کے تلامذہ بیان کرتے ہوں[۱]۔ اس لیے یہ کہنا کہ تمام علوم نبوی کی اشاعت حضرت علیؓ کے ذریعے ہوئی ہے، درست نہیں ہے۔

شرافت صاحب ص۲۹۳ پر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ علم قرأت و تجوید کے ماہر تھے اور انھوں نے حضورؐ کو پورا قرآن با تجوید سنا دیا تھا اور تمام ائمہ قرأت حضرت علیؓ کے شاگرد تھے۔ ہمیں جناب امیرؓ کے حامل

---

[۱] ابن سعد، طبقات، مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱۹۵۶ء، ج۱، ص۱۰۔ لم یکن یصدق علی علی فی الحدیث الا من اصحاب عبد اللہ بن مسعود۔

اور عامل قرآن ہونے پر کوئی شبہ نہیں، ان کا شمار السابقون الاوّلون اور عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ وہ بدری صحابی تھے۔ اس سے بڑا اور اعزاز اُن کے لیے بھلا کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن ان سے قرأت کا سلسلہ آگے نہیں چلا۔ آج دنیا بھر میں قرآن پاک کی جتنی قرأت ہوتی ہے وہ زیادہ تر حضرت حفص عن عاصم عن زر بن حبیش عن ابن مسعودؓ کی روایت سے ہوتی ہے۔ خود امامیہ قرأت کا ملا ہوکے مدرسِ اوّل نے قاری اظہار احمد تھانوی سے تقیہ کرکے قرأت سیکھی تھی۔ اگر جناب علیؓ سے قرأت کا کوئی سلسلہ چلا ہے تو شرافت صاحب کسی ایسے قاری کی نشاندہی کریں جو حضرت علیؓ کی روایت سے قرأت کرتا ہو۔ شرافت صاحب کا یہ دعویٰ کہ تمام ائمہ قرأت جناب امیرؓ کے شاگرد ہیں، ان کے دوسرے متعدد دعووں کی طرح بے بنیاد ہے۔

شرافت صاحب نے ص۲۹۵ پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا سلسلۂ تلمذ حضرت علیؓ پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ بات تو حقائق سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔ امام مالکؒ، حضرت نافع کے شاگرد تھے اور انھیں ابن عمرؓ سے تلمذ تھا۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ حمادؒ کے شاگرد تھے اور انھیں ابراہیم نخعیؒ سے تلمذ تھا۔ موخرالذکر بزرگ حضرت علقمہ کے شاگرد تھے اور ان کا شمار ابن مسعودؓ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ کو امام محمد الشیبانیؒ اور امام مالکؒ سے تلمذ تھا۔ اور امام احمدؒ امام شافعیؒ کے شاگرد تھے۔ امام اعظمؒ کو بعض لوگ حضرت جعفر صادقؒ کا شاگرد بتاتے ہیں لیکن محققین کی یہ رائے ہے کہ فقہ حنفی پر فقہ جعفری کا کوئی اثر نہیں ہے البتہ زید بن علیؓ (زین العابدین) کی فقہ کا ہلکا سا اثر ہے۔

مسلمانوں کے ہاں خالد بن یزید بن معاویہؓ کو پہلا کیمیا دان تسلیم کیا جاتا ہے[1] لیکن شرافت صاحب ص۳۱۲ پر لکھتے ہیں کہ علم کیمیا میں حضرت علیؓ کو بڑی دسترس تھی اور انھوں نے چاندی بنانے کا نسخہ تیار کیا تھا۔ شرافت صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ سائنسدانوں کی یہ رائے ہے کہ کوئی دھات مصنوعی طریقے سے

---

[1] i۔ ابن قتیبہ، المعارف، مطبوعہ مصر ۱۹۳۴ء، ص ۱۵۳۔۱۵۴۔ — فاما خالد بن یزید فکان یکنی اباھاشم وکان من اعلم قریش بفنون العلم وکان یقول الشعر [illegible]

ii۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ بیروت ۱۹۳۲ء، ج ۸، ص ۲۲۶ — وخالد بن یزید یکنی اباھاشم کان یقال انہ اصاب علم الکیمیا —

تبادلۂ خیال

حضرت علیؓ کو صحابہ کرامؓ میں اقضاہم تسلیم کیا جاتا ہے اور جمعے کے خطبہ میں انھیں اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہمارے پاس "فقہ عمرؓ" جیسی ضخیم کتاب موجود ہے لیکن فقہ علیؓ کے نام سے کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔ شرافت صاحب ص ۳۱۵ پر لکھتے ہیں کہ پیچیدہ مسائل میں جہاں کسی کا دماغ نہیں پہنچتا تھا انھیں عجیب طرح حل فرمایا کرتے تھے۔ اس کی مثال انھوں نے یوں دی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ شام سے حج کے لیے آتے۔ راستہ میں انھوں نے پانچ انڈے شتر مرغ کے آشیانہ سے نکال کر کھا لیے۔ بعد میں انھیں یہ خیال آیا کہ وہ تو احرام باندھے ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ مسئلہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا۔ انھوں نے صحابہ سے رائے لی لیکن کوئی شخص صحیح جواب نہ دے سکا۔ آخر میں انھوں نے حضرت علیؓ سے اس مسئلہ کا حل دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا پانچ ناقوں پر پانچ شتر چھوڑ دیئے جائیں اور جب ان سے بچے پیدا ہوں تو انھیں کفارے میں ذبح کر دیا جائے۔

میری رائے میں اس مسئلہ کے حل کو اقضاہم علیؓ کی طرف منسوب کرنا ان کی سخت توہین کے مترادف ہے۔ ان کا علمی مرتبہ اتنا بلند تھا کہ ان سے اس طرح کے گھٹیا جواب کی توقع نہیں ہو سکتی۔ شرافت صاحب نے حضرت علیؓ کا جواب لکھ کر ان کا علمی مقام بڑھانے کے بجائے گھٹا دیا ہے۔ اس مسئلہ پر چند اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ اولاً: شتر مرغ شام یا عرب کا جانور نہیں ہے اس لیے شامی حاجیوں کو راستے میں ان کے انڈوں سے واسطہ نہیں پڑ سکتا۔ ثانیاً: شتر مرغ آشیانہ بنا کر انڈے نہیں دیتا بلکہ اپنے انڈے ریت میں چھپا دیتا ہے۔ ثالثاً: یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ یا صحابہ کرامؓ اس کا حل پیش نہ کر سکتے۔ رابعاً: ناقوں پر اونٹ چھوڑنے اور وضع حمل تک انتظار کرنے سے کیا یہ بہتر نہ تھا کہ پانچ شتر اونٹ ذبح کر دیئے جاتے۔ خامساً: کیا ایک انڈے کا کفارہ اونٹ کا ایک بچہ ہے۔

ہماری یہ رائے ہے کہ حضرت علیؓ کو خواہ مخواہ خلفائے ثلاثہ پر فضیلت دینے کے شوق میں شرافت صاحب نے ایک من گھڑت واقعہ ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

نوشاہی صاحب ص ۱۱۳ پر لکھتے ہیں کہ "علم اعداد الوفق" بھی وراثت انبیاء میں حضرت علیؓ کو

ملا تھا اور انھوں نے اپنے جھنڈے پر تعویذ صد در صد بنایا ہوا تھا، اس واسطے کوئی شخص ان پر فتح نہ پا سکا تھا حتیٰ کہ گروہ اسلام بھی تاب مقاومت نہ لا سکا۔ جب حضورؐ نے یہ خبر سنی تو ایک تعویذ صد در صد مع زیادت ایک خانہ کے تعویذ کیا۔ ہماری رائے میں یہ حضرت نبی اکرمؐ اور جناب امیرؓ پر سراسر بہتان ہے۔ اس خیر القرون میں تعویذ نویسی کا ثبوت کسی مستند مجموعہ احادیث میں نہیں ملتا۔ یہ چیز تو اس وقت شروع ہوئی جب لوگ بے عمل ہوگئے۔ اب رہا یہ کہ گروہ اسلام بھی تاب مقاومت نہ لا سکا، یہ بھی ان کا حسن ظن ہے۔ جنگ صفین میں چار ماہ تک شامی افواج حضرت علیؓ کے لشکر کا مقابلہ کرتی رہیں۔ جنگ جمل میں بھی حضرت عائشہؓ کا لشکر بڑی بے جگری کے ساتھ لڑا تھا۔ نہروان میں خوارج بھی بڑی بہادری کے ساتھ علوی لشکر سے لڑے تھے۔ بالآخر حضرت علیؓ چاروں طرف سے مایوس ہوکر کوفہ میں بیٹھ گئے تھے۔ اس وقت بھی "تعویذ صد در صد مع زیادت ایک خانہ" ان کے پاس ہوگا۔

نوشاہی صاحب صفحہ ۳۱۸ پر حضرت علیؓ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ موصوف ہر شب دو ہزار نفل ادا کیا کرتے تھے اور اگلے صفحہ پر مرقوم ہے کہ جناب امیرؓ کبھی پانچ اور کبھی نو دن بعد روزہ افطار کیا کرتے تھے۔ اگر حضرت علیؓ رات کو بالکل نہ سوتے ہوں اور انھیں نماز عشاء سے نماز فجر تک دس گھنٹے بھی عبادت کے لیے ملتے ہوں تو دس گھنٹے چھ سو منٹ کے برابر ہوتے ہیں۔ اگر ایک نفل کی ادائیگی میں ایک منٹ صرف ہو تو شب بھر میں چھ سو نفل ادا ہوسکتے ہیں۔ ایک شب میں دو ہزار نفلوں کی ادائیگی کسی بھی حساب سے ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح اس خیر القرون میں مسلسل کئی کئی دن تک روزہ افطار نہ کرنے کا رواج نہیں تھا۔ ہماری یہ رائے ہے کہ وہی عبادت مقبول بارگاہ ایزدی ہوتی ہے جو شارع علیہ السلام کی متابعت میں کی جائے۔ حضرت علیؓ سے سنت رسول سے انحراف کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

عام طور پر یہی مشہور ہے کہ حضرت علیؓ بڑے تنگ دست رہا کرتے تھے اور جناب سیدہ فاطمہؓ بھی بڑی تنگی ترشی کے ساتھ گذر بسر کیا کرتی تھیں۔ لیکن نوشاہی صاحب صفحہ ۳۱۹ پر رقمطراز ہیں کہ حضرت علیؓ نے دنیا سے ایسا جبکہ انھوں نے اتنا مال جمع کیا تھا کہ اس کی زکوٰۃ ہی چالیس ہزار دینار بنتی تھی۔ کیا حضرت [illegible] کس منہ سے سیدنا عثمان غنیؓ اور سیدنا عبدالرحمن بن عوفؓ کو سرمایہ دار ہونے کا طعنہ دیتے ہیں؟

شرافت صاحب کے منشا بزرگ کے حساب سے حضرت علیؓ کے پاس سولہ لاکھ دینار ہونے چاہئیں۔ یہاں بہتا سب ہوتا کہ نوشاہی صاحب حضرت علیؓ کا ذریعۂ آمدنی بھی بتا دیتے۔

نوشاہی صاحب ص۳۲ پر جناب امیرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ " ایسے صفات متضادہ کا بشر حضرت ابوالبشر علیہ السلام کی اولاد میں پیدا نہیں ہوا اور ایسے اوصاف متقابلہ کا آدمی حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت میں پیدا نہیں ہوا۔ ایسے ہی صفات کو دیکھ کر فرقہ نصیریہ نے آپ کو خدا مانا اور صوفیا نے خدا جانتے کیا جانا۔" بس جناب ان صوفیا نے ہی تو اہل سنت والجماعت کے عقاید کا مُثلہ کیا ہے۔

شرافت صاحب ص۳۲ پر شیخ محمد بکری کا یہ قول نقل کرتے ہیں: سبحان اللہ ادم من التراب وعلی ابو التراب۔

مفسرین کرام قرآن مجید کی اس آیت والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون میں والذی جاء بالصدق سے حضور نبی کریمؐ اور صدق بہ سے سیدنا صدیق اکبرؓ مراد لیتے ہیں۔ لیکن شرافت صاحب نے صدق بہ کا مخاطب حضرت علیؓ کو قرار دیا ہے۔ اسی طرح ص۳۴ پر انہوں نے سورۃ الشعراء کی آیت واجعل لی لسان صدق فی الاخرین میں لسان صدق سے حضرت علیؓ مراد لیے ہیں۔ اسی صفحہ پر سورۃ الحاقہ کی آیت وتعیھا اذن واعیہ میں سننے والے کان سے جناب امیرؓ مراد لیے ہیں۔ اسی طرح سورۃ توبہ کی یہ آیت واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم حج الاکبر میں اذان من اللہ ورسولہ سے حضرت علیؓ مراد لیے ہیں۔ اسی صفحہ پر سورۃ الرعد کی آیت انما انت منذر ولکل قوم ھاد میں لکل قوم ھاد سے حضرت علیؓ مراد لیے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی نوشاہی صاحب نے قرآن مجید کی بہت سی آیات کا مُثلہ کیا ہے۔

سورۃ الکہف میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی صفات کے ضمن میں فرماتا ہے: قل لوکان البحر مداداً لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً۔ اس آیت کو نظر رکھتے نوشاہی صاحب حضرت علیؓ کے بارے میں ص۳۵ پر لکھتے ہیں، " اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں اور انسان لکھنے والے اور جن حساب کرنے والے ہوں

تو بھی حضرت امیرؓ کے فضائل احصا نہیں کر سکیں گے" ہماری رائے میں یہ کسی سُنّی کی بجائے کسی شیعی کا [illegible] معلوم ہوتا ہے۔ شرافت صاحب جیسے لوگوں نے سُنّیوں کی صفوں میں گُھس کر اہل سنت کے عقاید کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔

شرافت صاحب ص۱۱۸ پر مولوی سیّد اکبر علی شاہ کا ذکر کرتے ہیں جو امامیہ خیالات رکھتا تھا اور اس کے ساتھ ہی سلسلۂ نوشاہی میں بھی بیعت تھا۔ ص۱۲۰ پر شرافت صاحب نے قمر علی کا ذکر کیا ہے جو ایک نوشاہی بزرگ کی قبر پر جاروب کشی کیا کرتا تھا۔ وہ بھی شیعہ تھا۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سلسلۂ نوشاہیہ اور مسلک امامیہ میں زیادہ بُعد نہیں ہے۔ اگر ایک شخص شیعہ ہو کر نوشاہی ہو سکتا ہے تو نوشاہی ہو کر شیعہ بھی ہو سکتا ہے۔

نوشاہی صاحب ص۲۴ پر لکھتے ہیں "چونکہ حضرت امیرؓ تمام سلاسل فقراء کے پیر و مرشد ہیں اور صوفیاء کے تمام طریقے آپ کی ذات پاک تک منتہی ہوتے ہیں اور علوم ظاہری و باطنی کے سرچشمہ آپ ہی ہیں تو لازمی امر ہے کہ آپ کو بعد از انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام تمام بنی آدم سے افضل سمجھا جاوے" شرافت صاحب کا یہ قول اہل سنّت کے مسلّمہ عقیدہ کے خلاف ہے۔ امام ابو داؤد نے اپنی السنن میں حضرت علیؓ کے فرزند محمد بن حنفیہؒ سے روایت نقل کی ہے:

قلتُ لابی: ای الناس خیرٌ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟
قال: ابوبکر، قال: قلتُ: ثم مَن ؟ قال: ثم عمر، قال ثم خشیت اَن اقول ثم مَن فیقول عثمان، فقلتُ: ثم انتَ یا ابۃ ؟ قال: ما انا اِلاّ رجل من المسلمین [1]

یہ عجیب بات ہے کہ جس خیال کی حضرت علیؓ خود نفی فرما رہے ہیں، شرافت صاحب اُسے "لازمی امر" بتا کر اُن کے سر منڈھ رہے ہیں۔ امام ابو داؤد ہی کی ایک اور روایت ہے جو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے:

---

[1] ابی داؤد، السنن، مطبوعہ قاہرہ۔ ۱۹۵۰ء ج ۴ ص۲۸۸۔ باب فی التفضیل۔

عن ابن عمر قال: کنا نقول فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم. لا نعدل بأبی بکر أحداً ثم عمر ثم عثمان، ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم لے

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ افضل ترین صحابی حضرت ابوبکرؓ ہیں ان کے بعد حضرت عمرؓ کا مرتبہ ہے اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کا مقام ہے۔ حضرت عثمانؓ کے بعد صحابہ کرام کسی صحابی کو کسی صحابی پر فضیلت نہیں دیا کرتے تھے۔

نوشاہی صاحب حضرت علیؓ کی تفضیل کے قائل ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور جمہور امت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ کوئی بھی صحیح العقیدہ سُنّی حضرت علیؓ کی تفضیل کا قائل نہیں ہو سکتا۔ شرافت صاحب ص۳۰ پر لکھتے ہیں کہ جماعت صحابہ، تابعین، اور ائمہ دین جناب امیرؓ کی تفضیل کے قائل ہوتے ہیں۔ آپ تمام صحابہ کرام پر بھی فضیلت رکھتے تھے۔ حُسن ظن سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ہم صحابہ کرام کا عقیدہ امام ابی داؤدؒ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ شرافت صاحب اپنے عقیدہ کی دلیل حدیث سے پیش کرتے۔

شرافت صاحب ص۳۵ پر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت جب رکاب میں قدم رکھتے تو قرآن کی تلاوت شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پیر رکھنے تک قرآن ختم کر لیا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت الکوثر ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ایک رکاب سے دوسری رکاب تک پاؤں لے جانے تک یہی سورت مشکل ختم کی جا سکتی ہے۔ نوشاہی صاحب نے ایسی بے سروپا حکایتیں لکھ کر تاریخ کے ساتھ ظلم کیا ہے۔ کیا ایسی ہی نگارشات پر اُن کے والد نے ان سے کہا تھا کہ انھوں نے امام بخاریؒ جتنی محنت کی ہے؟ اقبال مجددی نے خدا جانے یہ کیسے لکھ دیا کہ شرافت صاحب نے شبلیؒ و آزادؒ کی طرح خیالی گھوڑے نہیں دوڑائے اور اسے خواہ مخواہ دلچسپ بنانے کے شوق میں لسانی قلابازیاں نہیں کھائیں۔ اس سے بھی دلچسپ بات یہ ہے کہ شریف التواریخ کو بریلوی حلقوں کی مسلمہ آفیشل ہسٹری کا درجہ حاصل ہے۔

لے ابی داؤد، السنن، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۰ء ج ۴ ص ۲۸۷۔

شرافت صاحب ص ۳۳ پر رقم طراز ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی حضرت علیؓ کی تفضیل کے قائل تھے۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ اور ابن عمرؓ پر سراسر الزام ہے ہم ابن عمرؓ کا عقیدہ گزشتہ سطور میں نقل کر چکے ہیں۔ ابن عمرؓ تو "چار یاری" عقیدے کی بھی نفی کر چکے ہیں، چہ جائیکہ وہ حضرت علیؓ کی تفضیل کے قائل ہوتے۔ اب یہ شرافت صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے قول کے ثبوت میں حدیث سے کوئی دلیل پیش کریں۔

شرافت صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت اولیاء اپنے مکاشفات کی رو سے حضرت علیؓ کی فضیلت کے قائل ہوتے ہیں۔ ان کا یہ قول بھی غیر مستند ہے سلسلۂ چشتیہ کے نامور بزرگ حضرت بندہ نواز گیسو دراز[۲] فرماتے ہیں: "افضل صحابہ ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم علیؓ"[۱] حضرت مجدد الف ثانیؒ، خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ، شاہ ولی اللہ صاحبؒ، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ غلام علی دہلویؒ جیسے اکابر اولیاء اللہ صدیق اکبرؓ کی فضیلت کے قائل ہیں۔

جہاں تک "جمیع اولیائے اُمت کے کشوف" کا تعلق ہے ہم صرف اتنا عرض کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ ایک شخص کا کشف دوسرے شخص کے لیے حجت نہیں ہو سکتا۔ یہ شریعت کا مسلّمہ اصول ہے۔ اگر ذاتی کشوف پر عقاید کی بنیاد اٹھائی جائے تو پھر مرزا غلام احمد کو بڑے کشف ہوا کرتے تھے اور وہ رویا میں بھی بہت کچھ دیکھ لیا کرتے تھے۔ ایسے ہی کشوف کی بنیادوں پر مرزا صاحب نے ایوان نبوت کھڑا کر لیا تھا۔

نوشاہی صاحب ص ۴۵ پر لکھتے ہیں "ثابت ہوا کہ حضرات شیخین کے فضائل و مناقب کا معتقد ہو کر جو شخص تفضیل مرتضوی کا قائل ہو وہ اہل سنت والجماعت میں ہے۔" نوشاہی صاحب یہ عقیدہ سُنّیوں کا نہیں بلکہ تسیدیہ کا ہے۔ یاد رہے جب حضرت مجدد الف ثانیؒ کو جہانگیر کے دربار میں اس جرم کی پاداش میں پیش کیا گیا کہ موصوف خود کو حضرت ابوبکرؓ سے افضل جانتے ہیں تو انھوں نے اپنی صفائی میں ارشاد فرمایا تھا کہ اگر وہ حضرت علیؓ کو صدیق اکبرؓ سے افضل مانیں تو سُنّی نہیں رہ سکتے، چہ جائیکہ وہ خود کو صدیق اکبرؓ سے افضل جانیں۔

۱۔ سید محمد حسینی: جوامع الکلم، مطبوعہ کانپور ۱۳۵۶ھ ص ۲۰۔

نوشاہی صاحب حضرت علیؓ کا ذکر کرتے ہوئے ص ۴۳ پر لکھتے ہیں کہ ایک خطبہ میں انھوں نے اپنے بارے میں فرمایا تھا: "انا نقطة الباء بسم الله، انا جنب الله الذی فرطتم فیه وانا السماء والسبع والارضون ان صح فی ثنائی الخطبة"۔ اسی صفحہ پر ان کا ایک قول ان الفاظ میں درج ہے: "انا منشئ الارواح انا باعث من فی القبور وانا ید الله، انا القرآن الناطق"۔

نوشاہی صاحب نے یہاں بڑے تکلّف سے کام لیا ہے۔ اتنی لمبی چوڑی عبارت درج کرنے کی بجائے حلاج کے الفاظ میں "انا الحق" لکھ دیتے تو ان کا مقصد حل ہو جاتا۔

میں بصد ادب عرض کرتا ہوں کہ یہ الفاظ سیدنا علیؓ کے نہیں ہو سکتے۔ ان کے فرزند ارجمند حضرت محمد بن الحنفیہؒ نے جب ان سے پوچھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کا درجہ ہے؟ تو انھوں نے فرمایا تھا ابوبکرؓ کا۔ جب ابن علیؓ نے دوسری بار یہی سوال کیا تو فرمایا، ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ کا درجہ ہے اور ان کے بعد عثمانؓ کا۔ فرزند دلبند نے ان سے ان کے مقام کے بارے میں سوال کیا تو ارشاد ہوا "ما انا الا رجل من المسلمین"۔ جو شخص خود کو ایک عام مسلمان سمجھتا ہو اور خلفائے ثلاثہ کو خود سے افضل مانتا ہو، اسے لوح و قلم، عرش و کرسی، منشئ ارواح اور باعث من فی القبور ظاہر کرنا اور اسے اہلِ سنّت کا عقیدہ بتانا سراسر زیادتی ہے۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے: گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔ نوشاہی صاحب کا حضرت علیؓ کے بارے میں عقیدہ زیدیہ اور شیعہ کی سطح سے بلند ہو کر مفوضہ کی سطح تک پہنچ جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کے باب تفضیل کو نوشاہی صاحب اتنا طول دے گئے ہیں کہ یہ ختم ہونے ہی میں نہیں آتا۔ حالانکہ وہ چاہتے تو نصیری کے ایک ہی فقرہ میں اسے ختم کر دیتے۔

نوشاہی صاحب نے ص ۲۷۲ پر ایک وضعی حدیث بیان کی ہے جس میں رسول کریمؐ کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ ایک بار آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اے علی! تحقیق اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو اور تیرے اہل کو اور تیرے دوستوں کو بخش دیا ہے۔ تو انزع اور بطین ہے۔"

ہمارے فاضل دوست اور بزرگ حکیم نبی احمد خاں صاحب رامپوری اکثر امام مسلم بن حجاج نیشاپوریؒ کا

یہ قول بیان کرتے ہیں کہ اہل الفقر (اور صوفیاء) بلا ارادہ مجبوط ہوتے ہیں۔ نوشاہی صاحب نے یہ روایت کسی تذکرے سفرودس الاخیار کے حوالے سے نقل کی ہے، کاش وہ صحاح ستہ میں سے کسی کا حوالہ دیتے۔

ہمارا یہ نظریہ ہے کہ حضور نبی کریمؐ کی تمام احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں اور جو کسی وجہ سے ان میں نقل نہیں ہو سکیں، وہ امام احمد نے مسند میں جمع کر لی ہیں۔ اب حضورؐ کی کوئی ایسی حدیث نہیں جو صحاح ستہ اور مسند میں موجود نہ ہو۔ اس لیے احادیث کو چھوڑ کر صوفیوں کے کسی تذکرے سے حدیث نقل کرنی مناسب نہیں ہے۔

حضرت زبیر بن العوامؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ دوسرے کی نسبت بہت کم حدیثیں روایت کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ انھوں نے آنحضرتؐ سے یہ سنا ہے کہ جو شخص اُن کی طرف غلط بات منسوب کرے، وہ اپنی جگہ آگ میں بنا لے[1]۔ اس وجہ سے وہ حدیث بیان کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ اسی احتیاط کا یہ نتیجہ ہے کہ محدثین کرام اور رُوات حدیث بیان کرکے "اوکما قال" ضرور لکھ دیتے ہیں جس رسولؐ نے اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہؓ اور پھوپھی صفیہؓ سے یہ کہا ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عمل پوچھے گا، وہاں رشتہ داری کام نہ دے گی۔ اس لیے وہ اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ وہ نبی کی رشتہ دار ہیں۔ وہ رسولؐ حضرت علیؓ سے یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں، ان کی اولاد اور اہل خانہ اور دوستوں تک کو بخش دیا ہے؟—— (باقی آئندہ)

العلم والعلماء

امام حدیث علامہ ابن عبدالبر کی شہرۂ آفاق کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" کا نہایت صاف و شگفتہ ترجمہ علم اور فضیلت علم، اہل علم کی فضیلت اور ان کی ذمہ داریوں کی تفصیل پر خالص محدثانہ نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ مترجم مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی۔

صفحات ۳۰۰ بڑی تقطیع ۲۰×۲۶/۸ ـ قیمت -/۱۵ روپے

[1] بخاری، الصحیح، (محمد علی ایڈیشن لاہور) کتاب العلم، ج ۱، ص ۴۳۔